میں بعض سے زیادہ قوی ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض جرائم ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا ارتکاب لوگ زیادہ کرتے ہیں اور بعض کا ارتکاب کم کرتے ہیں۔ اس لیے حاکم پر لازم ہے کہ وہ اس کے متعلق خوب گہری نگاہ سے کام لے۔ ظاہر ہے کہ جو جرائم زیادہ ہوتے ہیں ان سے فساد اور بگاڑ بھی زیادہ پیدا ہو گا اور ان کے انسداد کی زیادہ ضرورت ہو گی اور اس کے لئے کثرت سے تدابیر سوچی جائیں گی۔ پھر حاکم کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ تمام ملک کے لوگوں کو خاص اپنی اولاد کی طرح سمجھے اور ان کے لیے بھی وہی باتیں پسند کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ ملک اور اجتماعی مفاد کو سب سے مقدم رکھے اور لوگوں پر اجتماعی طور پر شفقت کرے۔ اگر ایسے طریقہ پر قائم رہے گا تو تمام بیماریوں اور فسادات کا علاج صحیح طریقہ پر کر سکے گا۔ اور اگر کسی معاملہ میں اشتباہ واقع ہو جائے تو ایسے امر کی طرف رجوع کرے جس میں آسانی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب

خدائی قوانین سے بغاوت کا فطری انجام

لندن (نمائندہ جنگ) سکاٹ لینڈ یارڈ کے سربراہ سر پیٹر امبرٹ نے کہا ہے کہ وہ برطانیہ میں تشدد کے جرائم سے اس قدر پریشان ہیں کہ وہ اپنی بیوی کو اکیلے باہر جانے کی اجازت نہیں دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ اس سال ۱۵ جولائی کو ومبلڈن کامن میں جہاں ایک نوجوان خاتون رچل قتل ہوئی' عین اسی جگہ ان کی اہلیہ لیڈی امبرٹ روزانہ اپنے کتے کو لے جایا کرتی تھیں اور اس واقعہ سے چند منٹ قبل وہاں سے گزری تھیں اور رچل کے قاتل نے اتفاقیہ اس کا انتخاب کیا تھا۔ سر پیٹر کا کہنا ہے کہ عوام تو درکنار وہ اپنی اہلیہ کی حفاظت کرنے سے بھی بے بس ہیں۔ انہوں نے کہا کہ گزشتہ دس سال میں جرائم میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے' اس کی ایک وجہ قانون کی کمزوریاں ہیں اس لیے انصاف کے حصول اور مجرموں کو مناسب سزا دینے کے لیے قانون میں تبدیلی لازمی ہو گئی ہے۔

(روزنامہ جنگ لندن' ۲۰ دسمبر ۹۲ء)

مولانا محمد عیسیٰ منصوری

مغربی نظام تعلیم اور اس کے اثرات

درخت اگر اپنے طبعی نظام سے نشو و نما پائے تو وہ اپنے برگ وبار ضرور پیدا کرے گا اور وقت پر پھل لائے گا۔ انسانوں کو اختیار ہے کہ وہ درخت نہ لگائیں یا تیار درخت کو اکھاڑ پھینکیں مگر اس کا اختیار نہیں کہ ایک سرسبز و شاداب درخت کو وقت پر پھل پھول لانے سے روک سکیں۔ یہی معاملہ نظام تعلیم کا ہے۔ وہ اپنی روح اور اپنے اثرات رکھتا ہے۔ مغربی نظام تعلیم جب کسی مسلم ملک یا اسلامی سوسائٹی میں نافذ کیا جائے گا تو اس سے ابتداء" ا ذہنی کشمکش پھر اعتقادی تنزل پھر ذہنی اور بعد میں عملی ارتداد ایک قدرتی امر ہے۔ ایک سلیم الطبع مغربی مبصر نے' جس کو مغرب کے نظام تعلیم اور مشرق میں اس کے نتائج کا وسیع تجربہ حاصل ہے' صحیح کہا ہے:

> "ہم نے گذشتہ صفحات میں اس بات کی تائید میں چند اسباب و دلائل پیش کئے ہیں کہ اسلام اور مغربی تمدن جو زندگی کے دو متضاد نظریوں پر قائم ہیں' ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہیں رہ سکتے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم کیسے اس بات کی توقع کر سکتے ہیں کہ مسلمانوں کی نئی نسل کی مغربی بنیادوں پر ایسی تعلیم و تربیت جو مجموعی طور پر یورپ کے علمی' ثقافتی تجربوں اور ان کے تقاضوں پر مبنی ہے' مخالف اسلام اثرات سے پاک ہو سکتی ہے"۔

(Leopold Wells, <#Islam at the crossroad> : Page : 85)

مغربی نظام تعلیم کا مقصد

وہ مغربی مفکرین جو مشرقی ممالک میں مغربی نظام تعلیم کو رواج دینے والے تھے' ان کے پیش نظر کیا تھا؟ مشہور انگریز ماہر تعلیم لارڈ میکالے نے' جو ۱۸۲۵ء میں

اس تعلیمی کمیٹی کے صدر تھے جو یہ طے کرنے کے لئے بیٹھی تھی کہ ہندوستان کو مشرقی زبانوں کی جگہ انگریزی زبان میں تعلیم دی جایا کرے' اپنی رپورٹ میں لکھا تھا:

"ہمیں ایک ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ہمارے اور ہماری کروڑوں رعایا کے درمیان ترجمان ہو۔ یہ ایک ایسی جماعت ہونی چاہیے جو خون و رنگ کے اعتبار سے تو ہندوستانی ہو مگر مذاق اور رائے' الفاظ اور سمجھ کے اعتبار سے انگریز ہو"۔

(تاریخ التعلیم از میجر باسو ص ۸۷)

خاموش نسل کشی

یہ مغربی نظام تعلیم در حقیقت مشرق اور مسلم ممالک میں ایک گہری قسم کی لیکن خاموش نسل کشی (Genocide) کے مترادف تھا۔ مغرب کے شاطرانہ دماغ نے ایک پوری نسل کو جسمانی طور پر ہلاک کرنے کے فرسودہ اور بدنام طریقہ کو چھوڑ کر' اس کو اپنے سانچے میں ڈھال لینے کا فیصلہ کیا اور اس کام کے لئے جا بجا مراکز قائم کئے جن کو تعلیم گاہوں اور کالجوں کے نام سے موسوم کیا۔

فلسفہ تاریخ کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ فکری' تہذیبی اور تعلیمی غلامی' سیاسی غلامی سے زیادہ خطرناک' عمیق اور مستحکم ہوتی ہے۔ اس کی موجودگی میں ایک فاتح قوم کے نزدیک سیاسی غلامی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

مغربی استعمار نے جب دیکھا کہ مشرقی ممالک کو جلد یا بدیر سیاسی آزادی دینی ہوگی تو نظام تعلیم کے ذریعہ سے ایک ایسا طبقہ تیار کیا جو تعلیمی' تہذیبی' ذہنی اور فکری اعتبار سے مغرب کا خوشہ چیں' مقلد اور دلدادہ ہو اور مغرب کے مفادات کا نگہبان ہو۔

آپ کو ترکی سے لے کر انڈونیشا تک جتنے حکمران نظر آئیں گے وہ سب اس مغربی نظام تعلیم کی پیداوار ہیں۔ ان میں سے جن کو براہ راست کسی مغربی ملک یا یورپ کے کسی مشہور تعلیمی مرکز میں پڑھنے اور پروان چڑھنے کا موقع نہیں ملا انھوں نے اپنے ملک میں رہ کر اس نظام تعلیم سے بھرپور استفادہ کیا اور گہرا اثر قبول کیا۔ ان میں سے کتنے ہی ایسے ہیں جنھوں نے ملٹری کالجوں میں تعلیم پائی' جہاں مغربی طرز

کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔

مغرب نے اپنے نظام تعلیم کے ذریعہ بڑی چابک دستی سے مشرقی ممالک میں اس نظریہ کو رائج دیا کہ دین اور سیاست دونوں ایک دوسرے سے الگ ہیں۔ مذہب فرد کا انفرادی معاملہ ہے اسے سیاست اور اجتماعی مسائل میں دخل دینے کا حق نہیں ہے۔ آج مسلم ممالک میں جو طبقہ برسر اقتدار ہے وہ اسی مغربی تعلیم کا پروردہ ہے اور سیاست اور مذہب میں تفریق کا قائل ہے۔ اس کے نزدیک دین اور اہل دین کا دائرہ مسجد' مدرسہ' علمی اور انفرادی مسائل تک محدود ہے اور سیاست اور نظام حکومت ان کے لئے شجر ممنوعہ ہے۔ جبکہ اس کے مقابل صحیح العقیدہ مسلمانوں اور ان کے تعلیم یافتہ نوجوانوں کا خیال ہے کہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس نے انسان کی معاشرت' معیشت' سیاست غرض کہ زندگی کے تمام شعبوں کے لئے اصول و قوانین دیے ہیں اور ان ہی اصولوں پر عمل پیرا ہو کر تمام انفرادی اور اجتماعی معاملات اور امور مملکت چلائے جانے چاہئیں۔

مغربی استعمار نے اپنے نو آبادیاتی نظام کے دور میں دینی مدارس اور علما کو عملی زندگی سے خارج کر دیا تھا۔ ہر جگہ مغربی طرز کے سکول' کالج اور یونیورسٹیاں قائم کی گئیں۔ سرکاری دفاتر میں ملازمتیں اور مناصب ان جدید درس گاہوں کے پڑھے ہوئے طلبا ہی کے حصہ میں آئے۔ چنانچہ آزادی کی تحریکوں کی قیادت بھی مغربی تہذیب سے متاثر طبقہ کے ہاتھ میں آئی اور نتیجتاً" آزادیٔ ملنے کے بعد اقتدار اور نظم و نسق بھی اسی طبقہ کے ہاتھوں میں رہا۔ مغربی استعمار کے لئے یہ صورت احوال بڑی اطمینان بخش تھی کیونکہ وہ اپنے نظام تعلیم کی تیار کردہ شخصیتوں اور افسروں کے ذریعہ سے آزادی کے بعد مسلم ممالک پر اپنا کنٹرول رکھ سکتا تھا۔ بعض ممالک میں سیاسی اقتدار اسلامی جذبہ رکھنے والے افراد کے ہاتھ میں آیا لیکن مغربی تعلیم کی تربیت یافتہ بیوروکریسی نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔ یہی صورت حال ہے جس کی بنا پر سیاسی آزادی حاصل ہونے کے باوجود تقریباً" تمام ہی مسلم ممالک میں مغربی قوانین' نظام معیشت اور نظام تعلیم نافذ رہے اور اب بھی ہیں۔

مغرب کیلئے خطرہ

مسلم ممالک میں ایک طبقہ ایسا ہے جو سمجھتا ہے کہ مغرب نے استحصال ہی کیا ہے اور مغربی طرز سیاست باقی رہا تو ہم صدیوں تک مغرب کے آلہ کار ہی بنے رہیں گے اور کبھی صحیح معنوں میں آزاد نہ ہوسکیں گے۔ اس کے نزدیک اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور وہ سنجیدگی سے اسلام کا نفاذ چاہتا ہے اور اپنے ملک اور اسلام کے حق میں مخلص بھی ہے۔ یہ طبقہ مغربی استعمار کا ہدف ہے اور مغرب ہمیشہ اس سے خائف رہا ہے۔ اس طبقہ کے بر سر اقتدار آنے کو مغربی استعمار اپنے لئے خطرہ سمجھتا ہے کیونکہ اس طبقہ کا مقصد اسلامی نظام کا قیام اور اسلامی قوانین کا نفاذ ہے۔ مغربی استعمار ساری اسلامی دنیا میں ایسے حکمرانوں اور حکومتوں کو قائم رکھنے کی کوشش کر رہا ہے جو اسلام کو اپنے سیاسی مقاصد کے لئے تو استعمال کرے لیکن اسے صحیح طور پر نافذ نہ کرے۔ مغرب پرستوں کی تکنیک یہ ہے کہ اسلام پسند نوجوانوں کو مذہبی' انتہا پسند' رجعت پسند' تخریب پسند اور دقیانوس جیسے الفاظ استعمال کر کے انھیں نشانہ ملامت بنائیں اور خصوصاً" اسلامی تہذیب و معاشرت کے بنیادی اصولوں پر مسلسل تنقید کرتے رہیں اور نام نہاد آزادی کے نام پر خواتین کو ورغلانے کی کوشش کریں۔

چند سال قبل تیونس کی حکومت نے سکولوں اور سرکاری دفاتر میں خواتین کے چادر اوڑھنے پر پابندی عائد کر دی اور متنبہ کیا کہ چادر اوڑھ کر آنے والی خواتین کو سکولوں اور دفاتر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اسی طرح مقتول صدر سادات نے بھی گزشتہ دنوں ایک کارخانہ کا افتتاح کرتے ہوئے حجاب اور پردہ پر سخت تنقید کی اور اسے چلتے پھرتے خیمے کہہ کر تمسخر اڑایا۔ ان دونوں خبروں سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مغربی تعلیم کے پروردہ اور اسلام کی سربلندی کے خواہاں طبقہ کے درمیان کس طرح کی کشمکش جاری ہے۔ اس طرح کی کشمکش میں سوال پردہ کے عورت کے سماجی فرائض اور ترقی کی راہ میں حائل ہونے یا نہ ہونے کا نہیں ہے' کیونکہ چادر عورت کے فرائض کی ادائیگی اور ترقی کی راہ میں قطعی حائل نہیں ہے' اصل سوال اسلام اور اسلام کے سچے اصولوں پر یقین رکھنے والوں کو ایوان سیاست